سونامی کے سمندری طوفان میں دیکھا گیا۔ ہسپتالوں اور اولڈ ہومز (بوڑھوں کے گھروں) تک سے چن چن کر گورے مریضوں اور بوڑھوں کو نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچا دیا گیا اور کالے عیسائی مریضوں اور بوڑھوں کو مرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ یہی عیسائیت قبول کرنے والے ریڈ انڈین کے ساتھ ہوا۔ بے رحمانہ قتل کے ساتھ ان کی جلاوطنی کا عمل ایسی بے رحمی اور شقاوتِ قلبی سے کیا گیا۔ ان غریبوں کو خطرناک دشوار گزار غیر آباد علاقوں میں بندوق کے زور پر ہانک دیا جاتا کہ ہزار ہا بوڑھے عورتیں بچے بھوک، پیاس، خطرناک سفر کی صعوبتوں اور بیماریوں سے لقمۂ اجل بن جاتے۔ Hoxic کی مشہور کتاب KILL THE INDIAN SPARE THE MEN میں لرزہ خیز تفصیلات ملاحظہ کی جا سکتی ہیں کہ یورپین جلادوں نے امریکی باشندوں پر اور غیر یورپین نسل پر دنیا بھر میں ہر ہر دور میں کیسے بھیانک مظالم ڈھائے۔

ظالم محض معاشرتی و تمدنی نہیں بلکہ مذہبی بھی تھے۔ آج بھی کسی گوری چمڑی والے کو کالے کرسچین کا اپنے چرچ میں آنا پسند نہیں۔ پوپ کی نجی فوج آج تک سوئٹزرلینڈ کی گوری نسل ہی سے رہی ہے۔ اسی مذہب (مغربی عیسائیت) کی پوری تاریخ میں کوئی بلال حبشی، صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم نہیں ملے گا۔ البتہ ۲۰۰۵ء میں دنیا کو بے وقوف بنانے کے لیے پہلی بار صرف دو کالے پوپ کی فوج میں لیے گئے۔ مغرب کی پوری تاریخ نسل پرستی اور انسانیت دشمنی کا شاہکار رہے۔ رومن امپائر نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد یورپ اور اطراف کے ممالک کے ۸۰ فی صد قبیلوں کا قتل عام کیا اور ۲۰ فیصد کو کرسچن بنا کر غلامی میں لیا۔ یورپ کی اڑھائی سو سالہ مقدس مذہبی صلیبی جنگوں میں روم سے لے کر فلسطین تک راستے کے تمام شہروں کو ملا کر خاکستر کیا گیا اور شہریوں کا قتل عام ہوا۔ ان میں مشرقی رومن امپائر کے کئی ملکوں کے کرسچن شہری بھی تھے۔ یورپ کی یہ ذہنیت ہمیشہ سے رہی ہے۔ گزشتہ سالوں میں عراق اور افغانستان میں ۳۰ لاکھ سے زیادہ بے قصور عوام فضائی بمباری سے قتل کیے گئے۔ بش، ڈک چینی، رمزفیلڈ جیسے ''مہذب'' لوگوں نے کبھی اس درندگی پر ایک لفظ تأسف کا نہیں کہا۔ البتہ سفاک امریکی فوجیوں کو ہر جگہ ہیرو بنا کر خراج تحسین پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ یورپ کے ذہن، فکر و نفسیات میں یہ بات داخل ہے کہ ساری انسانیت (غیر یورپی) ان کی اطاعت یا ان کے ہاتھوں سزا پانے کے لیے خدا نے پیدا کی ہے۔ اسی طرح بیسویں صدی میں انڈونیشیا سے لے کر جنوبی امریکہ کے ممالک تک ہر قوم و تہذیب کا قتل عام اس یورپین مہذب نسل نے کیا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے ویب سائیٹس geno cide۔ گزشتہ دنوں ان درندوں نے ان ویب سائیٹس کو بھی مٹانا شروع کر دیا ہے۔ آج کل صرف نازیوں کے ہاتھوں یہودیوں کا ہولوکاسٹ یا زیادہ سے زیادہ روانڈا کا قتل عام ہی ویب سائٹ پر نظر آتا ہے۔ جدید تحقیقات کے لیے دیکھیے: انسائیکلوپیڈیا آف وائلنس یا کیلی فورنیا کے سوشیالوجی یونیورسٹی کے معروف پروفیسر مائیکل مین کی کتب۔ مائیکل مین کی تحقیقات بتاتی ہیں کہ یورپ کی اس مہذب نسل نے صرف بیسویں صدی میں ۳۳ کروڑ انسانوں کا دنیا بھر میں قتل عام کیا اور ۷۱ کروڑ بے قصور انسانوں کو بھیانک اذیت ناک سزائیں دیں۔ باقی پانچ ہزار سالہ معلوم تاریخ میں جو انسانیت کا قتل عام ہے ان میں بھی زیادہ تر چینی شہنشاہوں، تاتاریوں اور بھارت کے منو وادیوں (برہمن) نے کروڑوں بھارت کے اصل باشندوں اور

بدھوں کا قتل عام شامل ہے۔ پروفیسر مائیکل مین کی یورپین اقوام کے ہاتھوں انسانیت کی نسل کشی پر کئی تحقیقی کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ۲۰۰۵ء میں The Dark Side of Democracy اور ۲۰۰۴ء جمہوریت اور نسل کشی میں فطری تعلق خاص طور پر اہم ہیں ان کے بعض اہم مضامین لندن سے ہونے والے رسالے ''نیو لائف ایویو'' میں بھی چھپ چکے ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا آف وائلنس بیس کنسلٹنگ ۳ر حصے) اکیڈمی پریس ۱۹۹۷ء کے مطابق گذشتہ تین ہزار سالوں میں یعنی ۲۲۱ قبل مسیح سے لے کر انیسویں صدی کے اختتام تک تقریباً تیس کروڑ چالیس لاکھ افراد قتل ہوئے اور یورپین غلبہ کے بعد صرف افریقی باشندوں کو پکڑ پکڑ کر جہاز بھر بھر کر غلام بنا کر لانے کے سلسلہ میں ایک کروڑ ستر لاکھ افراد قتل کیے گئے۔

آپ نے امریکی باشندوں کے ساتھ یورپین دہشت گردی ودرندگی کی ایک جھلک ملاحظہ کی۔ حیوانیت ودرندگی کا یہ عمل اس سے کہیں زیادہ بہیمت وبے رحمی کے ساتھ براعظم آسٹریلیا میں دہرایا گیا۔ جدید تحقیقات کے مطابق برّ اعظم آسٹریلیا کے باشندوں کی خاصی تعداد مسلمان تھی اور ان کا عرب جہاز رانوں کے ذریعہ باقی دنیا سے رابطہ تھا۔ وہ اسلام کی درخشان مہذب عالمی تہذیب کا حصہ تھے۔ یورپ کی سفید چمڑی والی حیوانی نسل نے اس بری طرح اس پورے برّ اعظم میں نسل کشی کی کہ پورے برّ اعظم میں ایک بچہ تک زندہ نہیں چھوڑا جو دنیا کو یورپی درندگی کی کہانی سنا سکے۔ یورپی درندگی دہشت گردی کا یہی عمل کینیڈا، فن لینڈ، نیوزی لینڈ اور بے شمار جزائر وممالک میں دہرایا گیا حتیٰ کہ یورپ سے نکلی لٹیروں اور ڈاکوؤں کی یہ نسل انیسویں صدی تک دنیا کے بڑے حصہ کی مالک بن بیٹھی۔ بیسویں صدی میں یہی دہشت گردی اور درندگی کا عمل باقی دنیا کی اقوام وتہذیبوں کے ساتھ دہرایا گیا۔ ویت نام، کوریا، کمبوڈیا، میسیکو چلی، ایشیا، افریقہ وجنوبی امریکہ کے ممالک میں کروڑوں لوگ اس کی بھینٹ چڑھے۔ اس طرح دنیا بھر کی اقوام وتہذیبوں پر مغرب نے غلبہ پایا۔ یورپ کے ان مہذب درندوں کے لیے ملین دو ملین افراد کا قتل معمولی تفریح کی حیثیت رکھتا ہے۔ عصر حاضر میں یہی یورپین مجرم نسل عالمی برادری کہلاتی ہے۔ آج اس عالمی برادری میں امریکہ، یورپ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، اسرائیل، جاپان، روس وغیرہ داخل ہیں۔ اب پورے زور وشور سے بھارت کا اس عالمی برادری میں استقبال کیا جا رہا ہے۔ بھارت پر ہزار ہا سال سے سیاسی، تہذیبی ومذہبی طور پر نسل پرست منوو ادیوں کا کنٹرول ہے جن کے سامنے سیکولر بھارت کی ۹۰ فی صد آبادی بے بس ہے۔ منوو ادیوں کا مذہب وفطرت طاقت کی پوجا ہے اور طاقت کی پوجا کرنے والی قوم کی نفسیات میں کمزور پر ظلم ڈھانا فطری بات ہے۔ آج کل دنیا کی مظلوم اقوام فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، کشمیر وغیرہ جب انصاف کے لیے عالمی برادری کو پکارتی ہیں تو مجھے ہنسی آتی ہے کہ بیچارے عالمی برادری کی سرشت سے واقف نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا پر یورپین اقوام کا غلبہ انسانیت کی سب سے بڑی بدقسمتی ہے۔ انسانیت کو تقریباً ہزار سال تک مسلمانوں نے بچائے رکھا۔ ان سانپ بچھوؤں کی صفت والی وائٹ نسل کو ان کے ڈربوں (یورپ کی سرزمین) سے نہیں نکلنے دیا (اسی طرح منووادی نسل پرستوں کو لگام ڈال رکھی تھی) عالمی طور پر مسلمانوں کا کمزور ہونا تھا کہ یہ درندے انسانیت پر پل پڑے اور نسلوں کی نسلیں ذبح کر ڈالیں جس کی ہلکی سی جھلک آپ ریڈ انڈین کے قتل عام میں دیکھ چکے ہیں۔

یہ ہیں ہمارے ملک کے سیاست دان

پروفیسر خالد شبیر احمد

ملک کے اندر اٹھارویں ترمیم پر ایک شور برپا ہے۔ تنقید و تبصرہ کا ایک طوفان ہے جو تھمتا نظر نہیں آتا۔ ابھی صرف قومی اسمبلی سے یہ ترمیم پاس ہوئی ہے جبکہ سینٹ میں اس کی منظوری کے بعد صدر ریاست کے پاس دستخط کے لیے جائے گی اور اس کے بعد ترمیم آئین کا حصہ بن جائے گی۔ اس ترمیم کو ترتیب دینے والوں کی ایک لمبی فہرست ہے جو سینیٹر رضا ربانی کی قیادت میں پچھلے کئی ماہ سے زیرِ غور رہنے کے بعد قومی اسمبلی کے پیش ہوئی تو اس کی کئی شقیں عوام کے سامنے آئیں، جس میں ایک شق یہ بھی ہے کہ سیاسی جماعتیں اپنے اندرونی انتخابات سے مستثنیٰ ہوں گی۔ یعنی ملک کی سیاسی جماعتیں اپنے انتخابات کرانے کی پابند نہیں ہوں گی اور اس طرح اسی کی ایک اور شق یہ ہے کہ وزیراعظم کو اپنی پارٹی کے سربراہ کی طرف سے حکم ملنے پر وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہونا پڑے گا۔ یہ دونوں شقیں ملک کے دانشوروں کی طرف سے شدید تنقید کا نشانہ بن رہی ہیں۔ کیونکہ ان دونوں ترامیم کے بعد سیاسی پارٹیاں اپنے سربراہ کے رحم و کرم پر ہوں گی۔ اس وقت جس خاندان کے پاس سیاسی پارٹی کی سربراہی ہے، وہی خاندان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس سیاسی پارٹی کا سربراہ رہے گا بلکہ اس سے اگلی بات جو اور زیادہ قابلِ اعتراض ہے یہ ہے کہ ہر خاندان جو کسی نہ کسی جماعت کی سربراہی کے شرف سے سرفراز ہے۔ اس خاندان کے نوجوان سپوت میدانِ سیاست میں لائے جا رہے ہیں۔ تاکہ بڑوں کی موت کے بعد ان کے چھوٹے ان کی جگہ لینے کے قابل ہو جائیں اور پھر یہ جمہوریت ایک ایسی جمہوریت کی شکل اختیار کر جائے جسے ہم موروثی اور خاندانی جمہوریت کا نام دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ یہ اس ملک میں ہو رہا ہے کہ جس ملک کے سیاست دان جمہوریت کو دین کی کرسی پر بٹھا کر اس کی دن رات پوجا کرتے نظر آتے ہیں۔ جمہوریت کی فضیلت کے ترانے گائے جا رہے ہیں اور جمہوریت کا راگ الاپنا ان کے ہاں اتنا ہی فضیلت مآب ہے جتنا ہمارے ہاں دین اسلام میں عبادت۔ یہ لوگ بادشاہت طرزِ حکومت کو نشانۂ عتاب بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرزِ حکومت میں باپ کے بعد بیٹا اس کی جگہ پر آ جاتا ہے اور یہ طرزِ حکومت موروثیت کی بنیادوں پر آگے بڑھتی ہے۔ اس لیے اسے دن رات گالیاں دیتے ہیں اور اپنی یہ حالت ہے کہ لوگوں کے لیے تو جمہوریت بہت ضروری ہے۔ لیکن اپنے لیے جمہوریت کوئی ضروری نہیں ہے۔ یہ سب کچھ